امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ
و
دیگر ائمہ کی تقلید

حسب ایماء

حضرت مولانا محمد رحمت اللہ میر القاسمی

ناظم دار العلوم رحیمیہ ورکن مجلس شوری دار العلوم دیوبند

افادات

حضرت فقیہ الامت جامع شریعت وطریقت

حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ

بموقع: ''امام اعظم ابو حنیفہؒ کانفرنس'' یونیورسٹی آف کشمیر

مورخہ: ۲۹/رجب المرجب ۱۴۳۷ھ ۷/مئی ۲۰۱۶ء بروز ہفتہ

ناشر: دار العلوم رحیمیہ بانڈی پورہ کشمیر

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ

و

دیگر ائمہ کی تقلید

حسب ایماء

حضرت مولانا محمد رحمت اللہ میر القاسمی

ناظم دار العلوم رحیمیہ ورکن مجلس شوری دار العلوم دیوبند

افادات

حضرت فقیہ الامت جامع شریعت وطریقت

حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ

بموقع: ''امام اعظم ابوحنیفہؒ کانفرنس'' یونیورسٹی آف کشمیر

مورخہ: ۲۹؍رجب المرجب ۱۴۳۷ھ ۷؍مئی ۲۰۱۶ء، بروز ہفتہ

ناشر:

دار العلوم رحیمیہ بانڈی پورہ کشمیر

ضروری معلومات

نام کتاب	امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ودیگر ائمہ کی تقلید
حسب ایماء	حضرت مولانا محمد رحمت اللہ میر القاسمی
افادت	حضرت فقیہ الامت جامع شریعت وطریقت حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ
کتابت	مولانا مفتی سید محمد ارشد اندرابی قاسمی صاحب
تصحیح	مولانا اویس احمد صاحب قریشی قاسمی
طباعت باراول	رجب المرجب ۱۴۳۷ھ مطابق مئی 2016ء
ناشر	مکتبہ دارالعلوم رحیمیہ بانڈی پورہ کشمیر

پیش لفظ

زیرِ نظر رسالہ کوئی مستقل تصنیف نہیں ہے بلکہ ایک سوال کا جواب ہے جو حضرت اقدس مفتی محمود حسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سابق مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند سے پوچھا گیا ہے۔ اس سوال میں کچھ ایسی باتیں ذکر کی گئی ہیں جو موجودہ دور کے عام نوجوانوں کے ذہنوں میں پیدا ہوتی ہیں بعض مرتبہ ڈالی جاتی ہیں جس کی بنا پر ان کے ذہن تشویش میں مبتلا ہو جاتے ہیں جو دین اور دینی ماحول کے لئے مضر ہیں۔ لہٰذا مناسب سمجھا گیا کہ حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ کی اس قیمتی اور گرانقدر تحریر کو مستقل طور پر شائع کر دیا جائے تا کہ ذہنوں سے شکوک کے بادل چھٹ جائیں اور قلوب کو اطمینان بھی نصیب ہو۔ اُمید ہے کہ یہ تحریر کافی نفع بخش ثابت ہوگی کیونکہ یہ آسان زبان میں بھی ہے اور مدلل بھی ہے۔ قرآن پاک اور حدیث شریف کی روشنی میں جو تحریر حضرت مفتی صاحب نے سپردِ قلم کی ہے۔ الحمدللہ کافی اور شافی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس تحریر کو اُمت کے لئے نافع بنائے۔ آمین۔

فقط

محمد رحمت اللہ

تقلید کی شرعی حیثیت

سوال: تقلید کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ نیز اگر تقلید ضروری ہے تو شخصی تقلید کیوں ضروری سمجھی جاتی ہے۔ اگر کسی مسئلہ میں کسی امام کی تقلید کی جائے کسی میں کسی کے یعنی غیر معین امام کی تقلید کی جائے تو اس میں کیا حرج ہے؟ علماء اُسے کیوں منع کرتے ہیں جبکہ چاروں ائمہ کا مسلک درست تسلیم کیا جاتا ہے؟

الجواب :. نحمدہ ونصلّی علٰی رسولہ الکریم

اصالۃً ہدایت کا سرچشمہ قرآن پاک ہے۔ هُدًى لِلنَّاسِ لیکن اس میں عموماً بنیادی اُصول اور مسائل بطور ضابطہ کلیہ بیان کئے گئے ہیں، تفصیلات اور فروع کا بیان کرنا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد ہے۔ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ۔ تاکہ جو مضامین لوگوں کے پاس بھیجے گئے ہیں ان کو آپ ان سے ظاہر کریں۔ (بیان القرآن)

مثال ا:۔ قرآن پاک میں ہے۔ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ. نماز قائم کرو۔

اس کی پوری تفصیل کہ کس نماز میں کتنی رکعت ہیں، کس رکعت کے بعد قعدہ ہے، کونسی رکعت میں صرف الحمد پڑھی جاتی ہے، کونسی میں سورت بھی ملائی جاتی ہے، کس نماز میں قرأت آواز سے پڑھی جاتی ہے، کس میں آہستہ وغیرہ وغیرہ حضور صلی

اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی ہے۔قرآن شریف سے براہِ راست اس کا سمجھنا دشوار ہے۔

مثال ۲:۔ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ زکوٰۃ ادا کرو۔

اس کی تفصیل کہ چاندی کی زکوٰۃ کس حساب سے ہے سونے کی کس حساب سے، بکری، گائے، اونٹ کی کس حساب سے احادیث سے معلوم ہوئی، جس کا قرآن کریم میں کوئی ذکر نہیں۔

مثال ۳:۔ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ. لوگوں کے ذمہ اللہ کے گھر کا حج لازم ہے اس کی تفصیل کہ طواف کا کیا طریقہ ہے کتنے چکر ہیں۔عرفات، منیٰ، مُزدلفہ، رمی جمار وغیرہ کے مسائل کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا۔

قرآن پاک کو سمجھنے کے لئے حدیث شریف کی روشنی کا حاصل کرنا ضروری ہے حدیث سے بے نیاز ہو کر قرآن شریف کو سمجھنا ناممکن ہے۔امت کو حکم ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان فرمودہ تفصیلات کے ماتحت قرآن شریف سے ہدایت حاصل کرے اس سلسلہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اللہ پاک کی ہی اطاعت ہے۔مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ جس شخص نے رسول کی اطاعت کی اس نے خدا تعالیٰ کی اطاعت کی (بیان القرآن)

اس لئے حدیث میں ارشاد ہے۔صَلُّوْا كَمَا رَاَيْتُمُوْنِيْ اُصَلِّيْ بخاری شریف ص ۱۰۷۶ ج ۱ جس طرح تم نے مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے تم بھی اسی طرح نماز پڑھو۔یہ نہیں فرمایا۔کہ جس طرح قرآن شریف سے تمہاری سمجھ میں آئے اس طرح پڑھو۔

حدیث کی قسمیں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض چیزیں خود زبان مبارک سے ارشاد فرمائی ہیں ان کو حدیث قولی کہتے ہیں بعض چیزیں عملاً کی ہیں ان کو حدیث فعلی کہتے ہیں۔ بعض چیزیں ایسی بھی ہیں کہ آپ کے سامنے کی گئی ہیں یا آپ کے علم میں لائی گئی ہیں اور ان پر آپ نے تردیدی انکار نہیں فرمایا بلکہ خاموشی اختیار فرمائی ہے جو کہ تائید وتصدیق کے حکم میں ہے اس کو تقریر کہتے ہیں یہ تینوں قسم کی حدیثیں امت کے لئے ذریعہ ہدایت ہیں۔

قیاس

بعض چیزیں ایسی بھی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کی گئیں اور آپ نے اس کا جواب دیا اور سائل سے خود بھی ایک مسئلہ دریافت فرمالیا جس کا حکم ظاہر اور سائل کو معلوم تھا جب سائل نے بتادیا تو آپ نے فرمایا کہ جو چیز تم نے دریافت کی ہے اس کا حکم بھی اسی کے موافق ہے۔

مثال:۔ کسی نے دریافت کیا کہ میری والدہ کے ذمہ حج ہے میں اس کو اُس کی طرف سے ادا کرلوں تو ادا ہوجائے گا؟ آپ نے فرمایا اللہ کا قرض بطور اولیٰ ادا ہوجائے گا۔ جیسا کہ بخاری شریف ج ۲ ص ۱۰۸۸ میں یہ حدیث مذکور ہے۔

عَنْ اِبْنِ عَبَاس رضی الله عنهما ان امرأةً جاء ت الیٰ النبی صلی الله علیه وسلم فقالت ان امی نذرت ان تحج فماتت قبل ان

تحج افاحج عنها قال نعم حجی عنها ارأیت لو کان علی امک دین اکنت قاضیة قالت نعم قال اقضوا الذی له فان الله احق بالوفاء.

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک عورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئی (اور عرض کیا) میری اماں نے حج کرنے کی نذر مانی تھی اور حج کرنے سے قبل مر گئی تو کیا میں اس کی طرف سے حج کردوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہاں اس کی طرف سے حج کر دے، بتا اگر تیری اماں پر قرض ہوتا تو کیا تو ادا کرتی اس نے کہا ہاں۔ ارشاد فرمایا جو اس کے لئے ہے ادا کرو بیشک اللہ کا حق پورا کرنے کے زیادہ لائق ہے۔ (یہاں پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس عورت کے اوپر حج کو قرضہ کے اُوپر قیاس کرنے کی مثال سے بات سمجھا دی)

اسکو شریعت میں قیاس، اجتہاد، استنباط، اعتبار کہتے ہیں اس کی تعلیم بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اسکے شرائط اور تفصیلات کتب اصول میں مذکور ہیں اس کی ضرورت اس وقت ہوتی ہے کہ قرآن و حدیث سے مسئلہ صاف صاف سمجھ میں نہ آتا ہو، حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قاضی بنا کر یمن بھیجا تو بہت سی ہدایتیں دیں اور دور تک رخصت کرنے کے لئے تشریف لے گئے۔ یہ بھی دریافت فرمایا کہ تم کس قانون کے تحت فیصلے کرو گے تو انہوں نے عرض کیا قرآن پاک کے ماتحت فیصلے کروں گا کہ اگر اس میں تم کو نہ ملے عرض کیا سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق فیصلے کروں گا۔ فرمایا اگر تمہیں اس میں بھی نہ ملے تو۔ عرض کیا کہ اجتہاد کروں گا اس پر مسرت کا

اظہار کر کے پوری تائید فرمائی اور اس انتخاب پر خداوند تعالیٰ کا شکر ادا کیا، ابوداؤد شریف ج ۲ ص ۱۴۹ میں یہ واقعہ مذکور ہے۔

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمَّا اَرَادَ اَنْ یَّبْعَثَ مُعَاذًا اِلَی الْیَمَنِ قَالَ کَیْفَ تَقْضِیْ اِذَا عَرَضَ لَکَ قَضَاءٌ قَالَ اَقْضِیْ بِکِتَابِ اللّٰہِ. قَالَ فَاِنْ لَّمْ تَجِدْ فِیْ کِتَابِ اللّٰہِ قَالَ فَبِسُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ فَاِنْ لَّمْ تَجِدْ فِیْ سُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَلَا فِیْ کِتَابِ اللّٰہِ قَالَ اَجْتَہِدُ بِرَأْیِیْ وَلَا اٰلُوْ. فَضَرَبَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَدْرَہٗ فَقَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ وَفَّقَ رَسُوْلَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِمَا یَرْضٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ،

ترجمہ: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذؓ کو جب یمن بھیجنے کا ارادہ فرمایا تو ان سے یہ دریافت فرمایا کہ جب تمہارے پاس کوئی مقدمہ آئیگا تو کس طرح فیصلہ کرو گے اُنہوں نے جواب دیا۔ اللہ کی کتاب کے ذریعہ فیصلہ کروں گا، آپ نے فرمایا اگر کتاب اللہ میں نہ ملے تو اُنہوں نے عرض کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے ذریعہ۔ آپ نے فرمایا آگر سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور کتاب اللہ میں نہ ملے۔ حضرت معاذؓ نے عرض کیا اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا اور کسی قسم کی کوئی کوتاہی نہیں کروں گا اس پر نبی علیہ السلام نے ان کے سینہ پر ہاتھ مارا اور فرمایا تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد کو اس بات کی توفیق مرحمت فرمائی جس سے اللہ کا رسول خوش ہے۔

اجتہاد

جو مسئلہ قرآن و حدیث میں صاف صاف نہ ملتا ہو اس کا حکم نظائر و دلائل میں غور کر کے نکالنا اجتہاد ہے اسی کو قیاس بھی کہتے ہیں جیسا کہ اوپر معلوم ہوا اگر اس پر اتفاق ہو جائے تو وہ اجماع کہلاتا ہے، اسی لئے علماء اصول نے لکھا ہے کہ قیاس حکم کو ثابت نہیں کرتا بلکہ ظاہر کرتا ہے۔ جو حکم قرآن و حدیث میں موجود تو تھا لیکن مخفی تھا عامۃً لوگ اس کو سمجھ نہیں سکتے تھے مجتہد نے اس کو اس کے نظائر پر قیاس کر کے یا دلالۃً، اشارۃً، اقتضاءً وغیرہ سے استنباط کر کے ظاہر کر دیا امام بخاری نے اس کے لئے مستقل باب منعقد کیا ہے۔

تقلید

جس شخص میں اجتہاد کی قوت نہ ہو اس کو مجتہد کا اتباع لازم ہے اسی کا نام تقلید ہے۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالی عنہ کو اسی لئے قاضی بنا کر بھیجا تھا کہ ان کے بتائے ہوئے مسائل و احکام پر عمل کیا جائے جن کے ماخذ تین ہیں۔ قرآن پاک، حدیث شریف، اجتہاد اور تینوں کو تسلیم کرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی اطاعت ہے۔

عن ابی ھریرۃ ؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اطاعنی فقد اطاع اللہ ومن عصانی فقد عصی اللہ ومن یطع الامیر فقد اطاعنی ومن یعص الامیر فقد عصانی الحدیث متفق علیہ مشکوۃ شریف

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ

وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی اور جس نے امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔

مسائل کی قسمیں

مسائل دو قسم کے ہیں ایک وہ جن کا تذکرہ نص (قرآن یا حدیث) میں موجود ہے۔ دوسرے وہ جن کا تذکرہ قرآن یا حدیث میں موجود نہیں۔

قسم اول (جن کا تذکرہ نص میں موجود ہے) کی دو صورتیں ہیں۔

اول یہ کہ نص ایک ہی طرح کی ہے جس سے ایک ہی طرح کا مثبت یا منفی حکم صاف صاف معلوم ہوتا ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ نص دو طرح کی ہے کسی سے مثبت حکم معلوم ہوتا ہے کسی سے منفی؟ مثلاً کسی سے آمین بالسر، کسی سے رفع یدین معلوم ہوتا ہے کسی سے ترک رفع۔

پھر ایسے مسائل میں بھی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ تاریخی شواہد یا دیگر قرائن سے نص کا مقدم و مؤخر ہونا معلوم ہو کہ فلاں نص مقدم ہے اور فلاں مؤخر۔ دوسری صورت یہ ہے کہ نص کا مقدم و مؤخر ہونا معلوم نہ ہو یہ پتہ نہ چلے کہ کونسی نص پہلے کی ہے کونسی بعد کی یہ کل چار قسمیں ہوئیں۔

پہلی قسم

وہ مسائل جن میں نص ایک ہی طرح کی ہے ایسے مسائل میں قیاس و اجتھاد نہیں کیا جا سکتا نہ کسی کی تقلید کی جاتی ہے بلکہ نص پر عمل کیا جاتا ہے۔

دوسری قسم

وہ مسائل جن میں نص دو طرح کی ہے اور مقدم و مؤخر کا بھی علم ہے ایسے مسائل میں عموماً مقدم کو منسوخ مان کر مؤخر پر عمل کیا جاتا ہے، ان میں بھی نہ قیاس و اجتھاد کی حاجت ہے نہ تقلید کی۔

تیسری قسم

وہ مسائل جن میں نص دو طرح کی ہے اور مقدم و مؤخر کا علم نہیں۔

چوتھی قسم

وہ مسائل جن میں نصوص موجود نہیں۔

ان اخیر کی دونوں قسم کے مسائل دو حال سے خالی نہیں آدمی کچھ عمل کرتا ہے یا نہیں اگر عمل نہیں کرتا اور آزاد پھرتا ہے تو اسکی اجازت نہیں۔ اَیَحۡسَبُ الانسَانُ اَنۡ یُّتۡرَکَ سُدًی کیا انسان سمجھتا ہے کہ آزاد چھوڑ دیا جائے گا۔ اَفَحَسِبۡتُمۡ اَنَّمَا خَلَقۡنٰکُمۡ عَبَثاً کیا تمہارا گمان ہے کہ ہم نے تم کو بیکار پیدا کیا؟ یعنی ایسا نہیں بلکہ تمہیں ہر موقعہ پر ہمارے حکم کی تعمیل کرنی ہے اور اگر کچھ عمل کرنا ہے تو کیا عمل کرے۔ تیسری قسم کے مسائل میں کونسی نص کو اختیار کرے؟ ایک نص کو اختیار کرنے سے دوسری نص چھوٹتی ہے اپنی طرف سے عمل کیلئے کسی نص کی تعیین کر نہیں سکتا۔ تقدیر و تاخیر کا علم نہیں تو بلا علم کے عمل کس چیز پر کرے گا اللہ تعالی کا ارشاد ہے وَلَا تَقۡفُ مَا

لَیسَ لَکَ بِہٖ عِلمٌ اس کا حاصل یہ ہے کہ بلا تحقیق وعلم کے کسی بات پر عمل نہ کرو۔

تو لا محالہ ان دونوں قسم کے مسائل میں اجتہاد کی ضرورت ہوگی تیسری قسم میں تو اس لئے کہ عمل کے واسطے نص کو متعین کیا جائے، چوتھی قسم میں اس لئے کہ حکم معلوم کیا جائے اور یہ ظاہر ہے کہ ہر شخص میں اجتہاد و استنباط کی قوت و اہلیت نہیں ہوتی یہ آیت بھی اسی بات کو واضح کررہی ہے۔

وَلَوْ رَدُّوْہُ اِلَی الرَّسُوْلِ وَاِلٰی اُوْلِی الْاَمْرِ مِنْھُمْ
لَعَلِمَہُ الَّذِیْنَ یَسْتَنْبِطُوْنَہٗ مِنْھُمْ

ترجمہ: اور اگر یہ لوگ اس کو رسول کے اور جو ان میں ایسے اُمور کو سمجھتے ہیں ان کے اُوپر رکھتے تو اس کو وہ حضرات تو پہچان ہی لیتے جو ان میں اس کی تحقیق کرلیا کرتے ہیں (بیان القرآن)

یوں تو ہر شخص کوئی نہ کوئی صحیح یا غلط رائے قائم کرنے کا دعوی کرہی سکتا ہے لیکن جس کا استنباط شرعاً معتبر ہو اس کو مستنبط اور مجتہد کہتے ہیں (۳) جس کا معتبر نہ ہو تو اس کو مقلد کہتے ہیں پس ان دونوں قسم کے مسائل میں مجتہد کو اجتہاد ضروری ہے اور مقلد کو اس کی تقلید ضروری ہے اجتہاد میں اگر خطا ہو جائے تب بھی مجتہد اجر سے محروم نہیں۔ اگر اجتہاد صحیح ہو تو دوہرے اجر کا مستحق ہے جیسا کہ بخاری شریف ج ۲ ص ۱۰۹۲ میں ہے۔

عن عمرو بن العاص انه سمع رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول اذا حكم الحاكم فاجتهد فاصاب فله اجران و اذا حكم فاجتهد ثم اخطأ فله اجر

(بخاری شریف ص ۱۰۹۲ ج ۲؛ باب اجر الحاکم اذا اجتهد فاصاب او اخطا؛ کتاب الاعتصام)

ایک شبہ

اب یہاں یہ شبہ باقی رہ جاتا ہے کہ مجتہد تو بہت سے ہوئے صحابہ میں بھی تابعین میں بھی تبع تابعین میں بھی پھر ائمہ اربعہ (امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد رحمہم اللہ) ہی کی تقلید کیوں کیجاتی ہے کسی اور کی تقلید میں کیا مضائقہ ہے خاص کر وہ صحابہ کرامؓ جن کے فضائل احادیث میں کثرت سے آئے ہیں۔ ان کی تقلید کیوں نہ کی جائے۔!

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ صحابہ کرام یقیناً ائمہ اربعہ سے بدرجہا افضل ہیں، ائمہ اربعہ کی تقلید کی وجہ یہ نہیں کہ ان کو صحابہ کرامؓ سے افضل تصور کیا جاتا ہے بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ تقلید کے لئے ان مسائل کا معلوم ہونا ضروری ہے جن میں تقلید کی جاتی ہے اور آج جس قدر تفصیل کے ساتھ ہر باب اور ہر فصل کے مسائل ائمہ اربعہ کے مذاہب میں مدون اور مجتمع ہیں، یہاں تک کہ کتاب الطہارت سے لیکر کتاب الفرائض تک عبادت، معاملات، غرض ہر شعبہ کے ایک ایک مسئلہ کو جمع کر دیا گیا ہے، اس طرح تفصیل کے ساتھ نہ صحابہ کرامؓ میں سے کسی کا مذہب مدون ملتا ہے نہ تابعین میں سے نہ تبع تابعین وغیرہ سے۔ پھر ائمہ اربعہ کو چھوڑ کر کسی اور کی تقلید کی جائے تو کس طرح کی جائے؟ اس لئے ائمہ اربعہ ہی کی تقلید کو اختیار کیا گیا ہے۔ اللہ پاک نے ان چاروں کو قرآن وحدیث کا تفصیلی علم اور درایت واستنباط کی مہارت تامہ عطا فرمائی تھی۔ حتیٰ کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جس قدر احادیث

صحابہ کرامؓ کے ذریعے عالم میں پھیلی ہیں وہ سب ان چاروں کے پاس موجود ہیں۔ یہ تو ہوسکتا ہے کہ کوئی ایک روایت ان میں سے ایک کے علم میں ہو اور دوسرے کے علم میں نہ ہو۔ مگر ایسا نہیں کہ کوئی درایت ان میں سے کسی کے پاس نہ ہو حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے شرح موطا، ص ۶ ر میں احادیث کے نشر و اشاعت اور مدینہ طیبہ کی علمی مرکزیت کا حال تحریر فرماتے ہوئے لکھا ہے۔

بالجملہ ایں چہار امامانند کہ عالم را علم ایشان احاطہ کردہ است امام ابوحنیفہؒ و امام مالکؒ و امام شافعیؒ و امام احمدؒ الخ

یہ چار امام ایسے ہیں کہ ان کا علم سارے عالم کو گھیرے ہوئے ہے اور وہ چار امام امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمدؒ ہیں۔

ایک سوال:

یہ کیوں ضروری ہے کہ ایک ہی امام کی تقلید کی جائے اس میں کیا حرج ہے کہ کوئی مسئلہ کسی امام کا لے لیا جائے کوئی کسی کا جیسا کہ دور صحابہ و تابعین میں یہی طریقہ رائج تھا کسی ایک مذہب پر سارے مذہب کا انحصار نہیں تھا۔

جواب:

قرون اولی میں خیر کا غلبہ تھا نفسانی خواہشات کا عامۃً دین میں دخل نہیں تھا اس لئے جو شخص بھی اپنے جس بڑے سے مسئلہ دریافت کرتا نیک نیتی سے دریافت کرتا اور اس پر عمل کر لیتا تھا۔ چاہے نفس کے موافق ہو یا خلاف ہو مگر بعد کے دور میں یہ بات نہیں رہی بلکہ لوگوں میں ایسا داعیہ پیدا ہونے لگا کہ ایک مسئلہ ایک عالم

سے معلوم کیا اس میں نفس کو تنگی معلوم ہوئی تو دوسرے کو اسی پر قناعت نہیں کی گئی۔ بلکہ ہر مسئلہ میں اس کی فکر لگی کہاں سے سہولت کا جواب ملتا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ طالب حق کا داعیہ نہیں۔ اس میں بعض دفعہ بڑی خرابی پیدا ہو جاتی ہے تلفیق کی مثال: کسی باوضو آدمی نے بیوی کو ہاتھ لگایا اس سے کسی شافعی المذہب نے کہا کہ وضو دوبارہ کرو کہ یہ ہاتھ لگانا ناقض وضو ہے تو یہ شخص جواب میں کہتا ہے کہ میں امام ابو حنیفہؒ کی تقلید کرتا ہوں ان کے نزدیک ناقض وضو نہیں بلکہ اس وضو سے نماز درست ہے پھر اس نے قے کی اس پر ایک حنفی المذہب نے کہا کہ وضو دوبارہ کرو کیوں کہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک قے ناقض وضو ہے۔ اس نے جواب دیا کہ میں امام شافعی کے مذہب کی تقلید کرتا ہوں ان کے نزدیک ناقض وضو نہیں بلکہ اس وضو سے نماز درست ہے اب یہ شخص اگر اسی وضو سے نماز پڑھے گا تو اس کی نماز نہ امام شافعیؒ کے نزدیک درست ہوگی نہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک درست ہوگی اسی کا نام تلفیق ہے جو کہ بالاجماع باطل اور ناجائز ہے۔ درحقیقت یہ طریقہ اختیار کرنا نہ امام شافعیؒ کی تقلید ہے نہ امام ابو حنیفہؒ کی تقلید ہے بلکہ یہ تو خواہش نفسانی کا اتباع ہے جو کہ شرعاً ممنوع ہے اس کا نتیجہ خدا کے راستہ سے ہٹنا اور بھٹکنا ہے۔ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۔ ترجمہ: اور آئندہ بھی نفسانی خواہش کی پیروی مت کرنا کہ وہ خدا کے راستے سے تم کو بھٹکا دیگی۔ (از بیان القرآن)

اسلئے ضروری ہوا کہ ایک ہی امام کی تقلید کی جائے چونکہ قرآن پاک نے اتباع کو انابت کے ساتھ مربوط کیا ہے وَاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ ترجمہ: اور اس شخص کی راہ پر چلنا جو میری طرف رجوع ہو (بیان القرآن) اس بناء پر مجموعی حالات سے کسی کو امام ابو حنیفہ کے متعلق ظن غالب حاصل ہوا کہ منیب و مصیب ہیں یعنی ان کا

اجتہاد قرآن وحدیث کے زیادہ موافق ہے اس نے ان کی تقلید اختیار کی۔ کسی کو امام مالکؒ؛ امام شافعیؒ؛ امام احمدؒ میں سے کسی کے متعلق یہ ظن حاصل ہوا اس نے ان کی تقلید کی۔ اب یہ درست نہیں کی اپنے امام کو چھوڑ کر جب دل چاہا کسی دوسرے کے مذہب پر عمل کر لیا کیوں کی بغیر اجازت شرعیہ کے اس میں تلفیق بھی ہو جاتی ہے اور خواہش نفسانی کا اتباع ہے جس کا نتیجہ حق سے بُعد اور گمراہی ہے۔ چنانچہ مولانا حسینؒ صاحب نے زمانۂ دراز تک تقلید کی مخالفت کرتے رہنے کے بعد تقلید نہ کرنے کے تلخ تجربات سے متاثر ہو کر اپنے رسالہ اشاعۃ السنۃ جلد ۱۱ عدد ۲ ص ۵۳ میں لکھا ہے۔

"پچیس برس کے تجربہ سے ہم کو یہ بات معلوم ہوئی کہ جو لوگ بے علمی کے ساتھ مجتہد مطلق اور مطلق تقلید کے تارک بن جاتے ہیں وہ آخر اسلام کو سلام کر بیٹھتے ہیں ان میں بعض عیسائی ہو جاتے ہیں اور بعض لامذہب جو کسی دین و مذہب کے پابند نہیں رہتے اور احکام شریعت سے فسق و خروج تو اس آزادی کا ادنیٰ نتیجہ ہے۔ اھ" (سبیل الرشاد ۱۲)

اسی وجہ سے صدیوں سے بڑے بڑے بیشمار متبحر علماء جن کو قرآن پاک میں گہری بصیرت ہے اور علم حدیث و آثار صحابہؓ کا بے شمار خزانہ جنکی نظروں کے سامنے ہے۔ خشیت و تقویٰ سے جن کے قلوب مالا مال ہیں اور جو اپنی زندگی کا ہر گوشہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے چراغ سے روشن کرتے ہیں وہ ان سب فضائل و کمالات کے باوجود تقلید ہی کو اختیار کرتے آئے ہیں۔ بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے ان حضرات کو یہ کمالات اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع اور اپنے دین کے خدام اولیاء کرام؛ مجتہدین عظام کی تقلید و احترام کے طفیل میں عطا فرمائے تو غالباً مبالغہ نہ ہوگا۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند

دارالعلوم رحیمیہ بانڈی پورہ کا عمومی دلکش منظر

Al-Huda Print Point, Delhi. Ph : 01123217401, 09810012178